مکنون



ایمان رائے



ناول انتظار کرلے گا، یہیں رہے گا؛ مگر نماز کا وقت گزر جائے گا، پہلے نماز پڑھ لیجیے۔

(This page is Inspired by the late Ishtiaq Ahmed
May Allah bless his soul)

انتساب

ان سب کے نام۔۔۔

جو کبھی خود کو دوسروں سے کم سمجھ بیٹھے۔۔۔

جو دوسروں کی نظر میں اپنی قدر ڈھونڈتے ڈھونڈتے
اپنی ہی نظر میں چھوٹے ہو گئے۔

یہ کہانی اُن سب کے نام۔۔۔

جنہیں ایک دن خود کو پہچاننا تھا۔

پیش نظر

مکنون۔۔ وہ جو ظاہر کی نگاہوں سے اوجھل ہو، مگر اپنے اندر ایک پوری حقیقت، ایک راز اور ایک ان کہی داستان چھپائے ہوئے ہو۔

مکنون صرف محبت، محل اور سازش کی داستان نہیں، بلکہ تقدیر، ایمان، غربت، انسان کے انتخاب اور اس سوال کی کہانی ہے کہ اگر انسان خود کو بدقسمت سمجھتا رہے تو کیا وہ واقعی بدقسمت ہے، یا شاید اسے صرف اُس جگہ سے نکالا جا رہا ہے جہاں اس کی قدر نہیں تھی تاکہ اسے اُس مقام تک پہنچایا جا سکے جہاں اس کی اصل پہچان اس کی منتظر ہو۔

کبھی کبھی زندگی ہمیں وہاں نہیں لے جاتی جہاں ہم جانا چاہتے ہیں۔۔ وہ ہمیں وہاں لے جاتی ہے جہاں ہمیں اپنے آپ سے ملنا ہوتا ہے۔

ہم میں سے کتنے ہی لوگ اپنی زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر یہ سوچ لیتے ہیں کہ شاید ہم دوسروں سے کم ہیں۔ شاید ہم میں کوئی ایسی کمی ہے جس کی وجہ سے ہمیں وہ محبت نہیں ملی جس کے ہم خواہش مند تھے۔ شاید ہماری قسمت ہی خراب ہے۔ شاید خوشیاں دوسروں کے حصے میں لکھی جاتی ہیں اور ہمارے حصے میں صرف انتظار، محرومیاں اور ادھورے خواب آتے ہیں۔

مگر کیا واقعی ایسا ہوتا ہے؟ یا کبھی کبھی مسئلہ ہماری قدر کا نہیں۔۔ ہماری جگہ کا ہوتا ہے۔

کبھی ایک انسان برسوں ایسے لوگوں کے درمیان رہتا ہے جو اس کی خوبیوں کو دیکھنے کے بجائے اس کی خامیاں گنتے رہتے ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ وہی ماننے لگتا ہے جو دنیا اسے بتاتی ہے۔ اپنے خواب چھوٹے کر لیتا ہے، اپنی خواہشوں کو خاموش کر دیتا ہے، اور ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب وہ خود کو بھی اسی نظر سے دیکھنے لگتا ہے جس نظر سے دنیا اسے دیکھتی رہی۔

مکنون اسی سفر کی ایک جھلک ہے۔۔ ایک ایسے سفر کی، جہاں کچھ راستے انسان خود چنتا ہے، اور کچھ راستے تقدیر اس کے سامنے لا کھڑے کرتی ہے۔

جہاں محبت ہے، مگر محبت کے ساتھ یہ سوال بھی ہے کہ کیا کسی کو چاہنے کے لیے خود کو کھو دینا ضروری ہے؟

جہاں اعتماد ہے، مگر ساتھ یہ حقیقت بھی کہ ہر قریب آنے والا مخلص نہیں ہوتا۔

جہاں انسانوں کے درمیان بننے والے رشتے کبھی سہارا بن جاتے ہیں اور کبھی وہی رشتے آزمائش کا سب سے مشکل مرحلہ بن جاتے ہیں۔

یہ کہانی شاید تمہیں یہ بھی سوچنے پر مجبور کرے کہ کسی پر بھروسا کرنا اور کسی پر اندھا بھروسا کرنا ایک بات نہیں۔

جو شخص واقعی تمہارا ساتھ نبھانا چاہتا ہو، وہ حالات بدلنے پر تمہیں نہیں چھوڑتا۔ وہ فاصلے دیکھ کر راستہ بدلنے کے بجائے راستہ تلاش کرتا ہے۔

شاید ایک دن اسے تم تک پہنچنے کے لیے صرف ایک شہر نہیں۔۔ ایک پوری دنیا پار کرنی پڑے۔ مگر وہ پھر بھی آئے گا۔

اس کہانی میں کچھ ایسے لمحے بھی ہیں جہاں شاید تم رک کر سوچو دنیا کتنی ہی بدل جائے، زمانہ کتنا ہی محفوظ کیوں نہ دکھائی دے، اپنے بچوں کے معاملے میں ایک لمحے کی غفلت کبھی کبھی ایسی قیمت مانگ سکتی ہے جسے پوری زندگی بھی واپس نہیں کر سکتی۔

اور پھر اس سب کے درمیان ایک اور حقیقت ہے، شاید سب سے بڑی حقیقت۔ اللہ پر یقین۔

کیونکہ انسان جب اپنے سارے راستے بند دیکھتا ہے تو اسے لگتا ہے کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ دعا کرتا ہے۔ پھر انتظار کرتا ہے۔ اور کبھی کبھی انتظار اتنا طویل ہو جاتا ہے کہ دل میں یہ خیال آنے لگتا ہے کہ شاید اس کی دعا سنی ہی نہیں گئی۔

مگر کیا ہر تاخیر کا مطلب یہی ہے کہ دعا قبول نہیں ہوئی؟ کیا ہر بند دروازہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ نے راستہ ختم کر دیا؟

یا شاید۔۔ اللہ اس کے لیے ایسا راستہ بنا رہا ہوتا ہے جسے انسان اپنی محدود نگاہ سے دیکھ ہی نہیں سکتا؟

کبھی راستہ فوراً نہیں کھلتا۔ کبھی دعا کے بعد حالات پہلے سے زیادہ مشکل محسوس ہونے لگتے ہیں۔ کبھی انسان جس چیز کو اپنی خوشی سمجھ کر مانگتا ہے، وہی اس کے لیے درست نہیں ہوتی۔ اور کبھی اللہ انسان کو وہ نہیں دیتا جس کے لیے وہ رو رہا ہوتا ہے۔۔۔ کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ اسے آخر کار کس مقام تک پہنچانا ہے۔ انسان صرف مانگتا ہے۔۔ اللہ انجام جانتا ہے۔

یہ کہانی تمہیں کچھ ایسے سوال بھی دے گی جن کے جواب شاید تمہیں خود تلاش کرنے ہوں گے۔

ممکن ہے اس کے کسی کردار میں تمہیں اپنا ایک حصہ دکھائی دے۔ ممکن ہے کسی منظر میں تمہیں اپنی کوئی پرانی تکلیف یاد آ جائے۔

ممکن ہے کسی کردار کا فیصلہ تمہیں اپنے کسی فیصلے کی یاد دلا دے۔۔ اور ممکن ہے کسی موڑ پر تمہیں یہ احساس ہو کہ جس چیز کو تم اپنی زندگی کا اختتام سمجھ رہے تھے۔۔ وہ شاید کسی اور زندگی کی ابتدا تھی۔

اور شاید زندگی کا سب سے خوبصورت راز یہی ہے کہ جب انسان اپنی قدر پہچاننے والی جگہ تک پہنچتا ہے۔۔۔ تو اسے پہلی بار سمجھ آتا ہے کہ جسے وہ اپنی بدقسمتی سمجھتا رہا، وہ دراصل اسے اُس مقام تک لے جانے والا راستہ تھا جہاں اس کی اصل پہچان، اس کی اصل خوشی اور اس کی اصل کہانی اس کی منتظر تھی۔

شاید اسی لیے کچھ کہانیاں مکنون رہتی ہیں۔۔۔ تاکہ وقت آنے پر تقدیر خود انہیں آشکار کرے۔

(یہ ناول میری ذاتی تخلیق ہے۔ اسے لکھتے ہوئے کسی مصنف، کتاب یا تحریر کی نقل نہیں کی گئی۔ براہِ کرم اس ناول کے کسی بھی حصے کو میری اجازت کے بغیر کاپی، پیسٹ، دوبارہ شائع، یا اپنے نام سے منسوب نہ کریں۔)

قسط نمبر

07

آسمان پر رات کی سیاہی ابھی باقی تھی، مگر افق کے کسی گوشے میں صبح کی ہلکی سی روشنی جنم لینے لگی تھی۔

اسی خاموشی میں مسجد سے فجر کی پہلی اذان بلند ہوئی۔

"اللہ اکبر۔۔۔اللہ اکبر۔۔۔"

معمول کے مطابق سلطان محمد بازید اپنے حجرے سے باہر نکلے۔دو محافظ خاموشی سے ان کے ہمراہ ہو لیے۔

محل کی طویل راہداریاں غیر معمولی سکون میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

سنگِ مرمر کے فرش پر قدموں کی مدھم چاپ کے سوا، ہر طرف خاموشی تھی۔

سلطان ابھی مسجد کی جانب جانے والے سنگِ مرمر کے راستے پر پہنچے ہی تھے کہ اچانک دور اندھیرے میں کوئی سایہ حرکت کرتا دکھائی دیا۔

اگلے ہی لمحے۔۔ہوا کو چیرتا ہوا ایک تیر پوری رفتار سے سلطان کی جانب لپکا۔

"میرے سلطان۔۔۔!"

محافظ کی آواز ابھی فضا میں گونجی ہی تھی کہ۔۔دوسری سمت سے آنے والا ایک تیر پہلے تیر سے عین فضا میں جا ٹکرایا۔

دونوں تیر ٹوٹ کر الگ الگ سمتوں میں جا گرے۔چند لمحوں کے لیے جیسے وقت بھی ٹھہر گیا۔

سلطان کی نگاہ فوراً اس سمت اٹھی جہاں سے پہلا تیر آیا تھا۔

محل کی فصیل پر ایک نقاب پوش کھڑا تھا۔اور کچھ فاصلے پر، ایک بلند چھت کے سائے میں دوسرا۔

ایک۔۔ جس نے سلطان پر تیر چلایا تھا۔

اور دوسرا۔۔۔ جس نے وہ تیر روک دیا تھا۔

چند لمحوں کے لیے۔۔تینوں کی نظریں ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔

اگلے ہی لمحے۔۔دونوں نقاب پوش ایک ہی وقت میں پلٹے اور مخالف سمتوں میں دوڑ پڑے۔

"پکڑو"ایک محافظ پوری قوت سے چلایا۔

"دروازے بند کرو!"

"کوئی شخص محل سے باہر نہ جانے پائے!"

اچانک سوئے ہوئے محل میں بھگدڑ مچ گئی۔ مختلف سمتوں سے سپاہی دوڑتے ہوئے آئے، مگر جب تک وہ فصیل اور چھت تک پہنچتے، دونوں سائے رات کی تاریکی میں کہیں گم ہو چکے تھے۔

فرش پر صرف دو ٹوٹے ہوئے تیر باقی رہ گئے تھے۔

سلطان آگے بڑھے۔انہوں نے ایک تیر اٹھایا،اس کی ٹوٹی ہوئی نوک کو چند لمحے غور سے دیکھا۔

پھر نہایت دھیمی آواز میں بولے،"دو دشمن۔۔۔"

وہ ایک لمحے کو رکے۔ان کی نگاہ دوسرے تیر پر جا ٹھہری۔

"یا پھر۔۔۔ایک دشمن۔۔۔اور ایک محافظ؟"

محافظ خاموش کھڑے رہے۔سلطان نے تیر اپنی مٹھی میں تھام لیا۔ مگر اس سوال کا جواب ابھی رات کے اندھیرے میں کہیں چھپا ہوا تھا۔

اسی دوران محل کے نقار خانے سے خطرے کا نقارہ گونج اٹھا۔چند ہی لمحوں میں سپاہیوں کے قدموں کی آوازیں ہر سمت پھیل گئیں۔

محل جاگ چکا تھا اور ابھی سلطان پر ہونے والے حملے کی خبر پوری طرح پھیل بھی نہ پائی تھی کہ ایک اور خبر نے پورے محل میں کھلبلی مچادی۔

"شاہی کتب خانے کا پہرے دار قتل کر دیا گیا ہے!"

خبر بجلی کی طرح ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک پھیل گئی۔ سپاہیوں نے فوراً شاہی کتب خانے کو اپنے حصار میں لے لیا۔

آنے جانے والے ہر شخص کی تلاشی شروع کر دی گئی کتب خانے کے بھاری لوہے کے دروازے بند کر کے ان پر مہر لگا دی گئی۔

اور کچھ ہی دیر میں سلطان کا حکم پورے محل میں سنا دیا گیا۔

"سلطان کے اگلے حکم تک کوئی شخص شاہی کتب خانے کے قریب بھی نہیں جائے گا۔"

دار السلطنت کے نجی مشاورتی کمرے میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وزیر بدر الدین سر جھکائے سلطان کے سامنے کھڑے تھے۔ ان کی آواز میں وہ بے بسی سنائی دے رہی تھی، جسے وہ برسوں سے اپنے عہدے کے وقار کے پیچھے چھپاتے آئے تھے۔

"معاف فرما دیجیے، میرے سلطان۔۔۔"

"میں سلطانہ عائشہ کی امانت کی حفاظت نہ کر سکا۔" انہوں نے بمشکل نگاہ اٹھائی۔

سلطان خاموش بیٹھے رہے۔

ان کے سامنے وہی صندوق رکھا تھا، جو برسوں پہلے مرحوم سلطانہ عائشہ نے اپنی زندگی میں خود شاہی کتب خانے میں بطور امانت رکھوایا تھا۔

اس صندوق کی اصل چابی صرف وزیر بدر الدین کے پاس تھی۔ اور اس کے اندر صرف تین چیزیں رکھی گئی تھیں۔

ایک شاہی تاج۔۔ایک قدیم ورق۔۔اور ایک مہر بند خط۔

وہ خط۔۔ جسے وزیر بدرالدین نہ جانے کتنی بار پڑھ چکے تھے۔اس راز سے اب تک صرف دو لوگ واقف تھے۔

سلطانہ عائشہ اور وزیر بدرالدین۔ مگر اب وہ خط صندوق میں موجود نہیں تھا۔ سلطان نے کوئی فوری ردِ عمل ظاہر نہیں کیا۔

وہ چند لمحے خاموشی سے وزیر کو دیکھتے رہے، پھر نہایت پر سکون لہجے میں پوچھا،

"آپ کا بیٹا کہاں ہے؟"

سوال سنتے ہی وزیر بدرالدین کی پلکیں بے اختیار لرز اٹھیں۔ مگر اگلے ہی لمحے انہوں نے خود کو سنبھال لیا۔

"میرے سلطان۔۔ وہ وزارت کی اعلیٰ تعلیم کے سلسلے میں سلطنت سے باہر گیا ہوا ہے۔"

سلطان کی نظریں بدستور ان کے چہرے پر جمی رہیں۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دوسرا سوال آیا۔

"کیا اسے تیر اندازی آتی ہے؟"

اس بار وزیر بدرالدین کے چہرے کا رنگ قدرے بدل گیا۔ انہوں نے بے اختیار پوچھا۔۔

"میرے سلطان۔۔ کیا اس سے کوئی گستاخی سرزد ہوئی ہے؟"

وہ چند لمحے خاموش رہے۔ پھر آہستہ سے بولے،

"دو نقاب پوش تھے۔ان میں سے ایک کی آنکھیں۔۔"

"مجھے آپ کے بیٹے جیسی محسوس ہوئیں۔" ان کی نگاہ وزیر کے چہرے پر ٹھہری رہی۔

کمرے کی فضا یکایک بوجھل ہو گئی۔ وزیر بدرالدین فوراً جھک گئے۔

"میرے سلطان۔۔ میرا خدا گواہ ہے۔۔ میرا بیٹا اس وقت اس سلطنت میں موجود ہی نہیں۔۔"

سلطان نے نہ ان کی بات کو رد کیا، نہ اس پر یقین کا اظہار کیا۔ وہ خاموشی سے اٹھے، کھڑکی تک گئے اور باہر صحن میں دوڑتے ہوئے سپاہیوں کو دیکھنے لگے۔ کچھ لمحوں بعد نہایت دھیمی آواز میں بولے،

"مجھے امید ہے۔۔آپ کی یہ بات بھی سچ ہو گی۔"

وزیر بدرالدین نے سر مزید جھکالیا۔ سلطان نے ان پر الزام نہیں لگایا تھا۔۔ صرف ایک سوال ان کے درمیان چھوڑ دیا تھا۔

دروازے پر دستک ہوئی۔

"اجازت ہے، میرے سلطان؟"

دروازہ کھلا۔ شاہی حکیم اندر داخل ہوئے۔ ان کے ساتھ تیمور بھی موجود تھا۔

دونوں نے جھک کر سلطان کو سلام کیا۔ سلطان خاموشی سے ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ شاہی حکیم نے ادب سے عرض کیا

"میرے سلطان۔۔۔"

"آپ کے حکم کے مطابق ہم نے تمام سپاہیوں کے برتن، مشکیزے اور پانی کے مٹکے اچھی طرح جانچے ہیں۔"

وہ چند لمحے رکے۔ پھر سنجیدہ لہجے میں بولے،

"نتیجہ وہی نکلا جس کا ہمیں اندیشہ تھا۔"

"آج مرنے والے پہرے دار کے مشکیزے سے جو مخصوص بو آ رہی تھی۔۔۔"

"بالکل وہی بو۔۔ بیمار پڑنے والے سپاہیوں کے پانی کے مٹکوں سے بھی آ رہی ہے۔"

"اس کا مطلب۔۔ کسی نے پوری منصوبہ بندی کے ساتھ ان کے پانی میں ایک ہی قسم کا زہر ملایا ہے۔"

تیمور فوراً آگے بڑھا۔ اس نے سر جھکا کر عرض کیا،

"میرے سلطان۔۔۔ آج ہی سے پانی بھرنے والے تمام سپاہیوں پر الگ سے نگرانی مقرر کر دی جائے گی۔"

"ہر مشکیزہ۔۔ ہر مٹکا۔۔ اور محل کے اندر آنے والا ہر قطرۂ پانی۔۔ دوبارہ جانچا جائے گا۔"

سلطان نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ بس اتنا ہی۔

مگر ان کی آنکھوں میں اترتی سختی بتا رہی تھی۔۔۔کہ اب سلطنت کا ہر سایہ بھی شک کے دائرے میں آ چکا تھا۔

اگلے دن آئرین پہلی بار شیخ نجم الدین کے پاس اردو سیکھنے کے لیے بیٹھی۔

شیخ نجم الدین نے اس کے سامنے ایک سادہ سی نوٹ بک نما کتابچہ رکھا، جس کے تمام صفحات ایک مضبوط دھاگے سے بندھے ہوئے تھے۔پرانے زمانے کی اس کتاب میں نہ خوبصورت جلد تھی،نہ کوئی سجاوٹ۔۔بس موٹے کاغذ کے کئی صفحات ایک دھاگے میں پروئے ہوئے تھے۔

آئرین نے اسے حیرت سے دیکھا۔شیخ نجم الدین نے مسکرا کر کہا،

"جو لفظ آج سیکھو گی،اسے اسی میں لکھا کرو۔"

پھر انہوں نے پہلا لفظ لکھا:

Sultan — سلطان—السُّلْطَان

آئرین نے قلم اٹھایا اور بالکل اسی ترتیب سے وہ لفظ اپنے دھاگے سے بندھے کتابچے میں نقل کر لیا۔

Princess — شہزادی—الأميرة

پھر۔۔

Soldier — سپاہی—الجندي

Maid — خادمہ—الخادمة

I — میں—أنا

You — تم—أنتِ

ہر نئے لفظ کے ساتھ آئرین پہلے شیخ نجم الدین کو دیکھتی،ان کا تلفظ سنتی، پھر اپنے کتابچے میں عربی،اردو اور اپنی زبان تینوں ساتھ لکھتی جاتی۔

کبھی کوئی لفظ ٹیڑھا ہو جاتا تو وہ فوراً اسے دوبارہ لکھتی۔ شیخ نجم الدین اس کی اس سنجیدگی کو دیکھ کر مسکرا دیتے۔

"ہاں، اب ٹھیک ہے۔"

کچھ دیر بعد انہوں نے ایک اور لفظ لکھا:

Where — کہاں — أين

"کہاں۔۔۔" آئرین نے اسے پڑھا،

"سمجھیں؟" شیخ نے پوچھا،

آئرین نے فوراً اپنے ارد گرد دیکھا، پھر اپنی طرف اشارہ کیا۔

"میں۔۔ کہاں؟" شیخ نجم الدین بے اختیار مسکرا دیے۔

"ہاں۔۔ شاید یہی لفظ تمہیں سب سے پہلے سیکھنا چاہیے تھا۔"

پھر اس نے اپنی تختی پر لکھا

أين — کہاں — Where

اور کچھ لمحے اسے دیکھتی رہی۔ کیونکہ اس ایک لفظ کے پیچھے۔۔ اس کا پورا سوال چھپا ہوا تھا۔

وہ آخر تھی کہاں؟ پھر انہوں نے اپنی طرف اشارہ کیا۔

"میں۔"

"میں۔" آئرین نے فوراً دہرایا،

"تم۔" شیخ نے اس کی طرف اشارہ کیا۔

"تم۔"

شیخ ہنس پڑے۔ "نہیں۔۔ میں میں ہوں، تم تم ہو۔"

آئرین نے چند لمحے انہیں دیکھا، پھر خود بھی ہنس پڑی۔

یوں اس دن۔۔۔اسے صرف الفاظ نہیں سکھائے جا رہے تھے، بلکہ ایک ایسی زبان کا پہلا دروازہ کھولا جا رہا تھا۔۔ جس کے ذریعے شاید ایک دن وہ اپنے سوالوں کے جواب تک پہنچنے والی تھی۔

دوپہر کا وقت تھا۔ سلطان اپنے حجرے میں بیٹھے تھے۔ سامنے حدیث کی کتاب کھلی ہوئی تھی۔ وہ ایک حدیث پر ٹھہرے ہوئے تھے۔

"اجازت ہے، میرے سلطان؟" اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔

"آجایئے۔"

"میرے سلطان!" وزیر بدرالدین اندر داخل ہوئے اور ادب سے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔

"حجاز سے آنے والے قافلوں سے اس لڑکی کے بارے میں کچھ معلوم ہوا؟" سلطان نے کتاب سے نظریں اٹھائیں۔

"جی، میرے سلطان۔ آدمیوں نے کئی قافلوں سے دریافت کیا ہے۔"

"مگر کسی نے بھی اس لڑکی کو پہچانا نہیں۔" وہ ذرا رکے۔

"اور نہ ہی کسی نے ایسا کوئی واقعہ کبھی سنا ہے کہ کوئی عورت اس طرح اکیلی حجاز سے یہاں تک آئی ہو۔"

"قافلے والوں میں سے کسی نے بھی ایسا لباس، ایسی چیزیں یا ایسا راستہ نہیں دیکھا جس سے اس کے یہاں پہنچنے کا کوئی سراغ مل سکے۔"

سلطان خاموشی سے سنتے رہے۔ بدرالدین نے مزید کہا،

"اور ایک بات اور، میرے سلطان۔۔۔"

"جو بیت اللہ اس لڑکی نے شہزادی ملکہ کو اس عجیب شیشے میں دکھایا تھا۔۔۔"

"قافلوں میں سے کسی نے بھی بیت اللہ کو اس طرح کا کبھی نہیں دیکھا۔"

"نہ ایسا بیت اللہ کبھی سنا گیا ہے۔۔۔نہ اس جیسی کوئی جگہ۔"

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔

"ممکن ہے وہ حجاز کے کسی ایسے راستے سے آئی ہو جو عام قافلے استعمال نہیں کرتے۔"

سلطان خاموش رہے۔ پھر بہت دھیمی آواز میں بولے،

"یا شاید۔۔۔کسی اور دنیا سے۔"

بدرالدین نے سلطان کی طرف دیکھا۔ سلطان کی نگاہ دوبارہ حدیث کی کتاب پر جا ٹھہری۔

اور اس دوپہر۔۔۔دونوں کے درمیان آئرین سے جڑا ایک اور سوال خاموشی سے کھڑا ہو گیا تھا۔

وہ آخر آئی کہاں سے تھی؟

اگلے دن دوپہر کا وقت تھا۔ شہزادی ملکہ آئرین کے کمرے میں آئی تو گلنار پہلے ہی اس کے پاس موجود تھی۔ آئرین کھڑکی کے قریب بیٹھی تھی، مگر اس کی نظریں باہر کے منظر پر نہیں تھیں۔ شہزادی ملکہ نے اس کے قریب آ کر محبت سے اس کا ہاتھ تھاما۔

"آؤ۔۔۔آج میں تمہیں محل دکھاتی ہوں۔"

آئرین خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ گلنار بھی ان کے ساتھ ہو لی۔ کچھ دیر بعد وہ حفصہ خاتون کے حجرے میں پہنچیں۔

"یہ میری والدہ ہیں۔۔حفصہ خاتون۔" شہزادی ملکہ نے آئرین کو اپنی والدہ سے ملوایا۔

پھر آئرین کو سمجھانے کے لیے اس نے اپنے گھٹنوں کی طرف اشارہ کیا۔

"ان کے گھٹنوں میں درد رہتا ہے، اس لیے یہ زیادہ چل پھر نہیں سکتیں۔"

"اسی لیے سلطان خود بھی ان سے ملنے اکثر یہیں آتے ہیں۔"

آئرین نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔ حفصہ خاتون نے اسے قریب بلایا اور محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

آئرین کے دل میں ایک لمحے کے لیے اپنی ماں کی یاد جاگی۔

وہ مسکرا تو دی۔۔۔ مگر دل کے کسی کونے میں گھر واپس جانے کی خواہش پھر بھی ویسی ہی موجود تھی۔

شہزادی ملکہ آئرین کو اپنی والدہ، حفصہ خاتون سے ملوانے کے بعد محل کے دوسرے حصے دکھا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ شاہی باغ کے قریب پہنچیں۔ باغ کے اندر سلطان، وزیر بدرالدین اور بہرام کسی ضروری معاملے پر گفتگو کر رہے تھے۔

شہزادی ملکہ باغ کے دروازے پر رک گئی۔ پھر اس نے سلطان کی طرف دیکھ کر ادب سے کہا،

"میرے سلطان۔۔ کیا میں اندر آجاؤں؟"

"آجاؤ۔" سلطان نے مختصر سا سر ہلا دیا۔

شہزادی ملکہ آئرین اور گلنار کے ساتھ باغ کے اندر آگئی۔ بہرام کی نظر آئرین پر پڑی تو وہ ہلکا سا مسکرایا۔

آئرین نے بھی اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔ اسی لمحے سلطان کی نظر آئرین پر پڑی۔ انہوں نے بدرالدین کی طرف دیکھا۔

"یہ یہاں کیوں آئی ہے؟"

"میرے سلطان، شہزادی ملکہ کے ساتھ آئی ہے۔"

سلطان کی نگاہ آئرین پر ٹھہر گئی۔ پھر انہوں نے صاف لہجے میں کہا،

"شہزادی ملکہ کو عرض کر دیجیے گا کہ آئندہ باغ میں آنے سے پہلے مجھے اطلاع کر دیا کریں۔"

وہ ذرا رکے، پھر بولے،

"یہاں ہم کسی بھی وقت سلطنت کے اہم معاملات پر گفتگو کر سکتے ہیں، اس لیے بہتر ہے کہ ہماری اجازت کے بغیر کوئی اندر نہ آئے۔"

"جی، میرے سلطان۔" بدرالدین نے سر جھکا دیا۔

شہزادی ملکہ سمجھ گئی۔ بدرالدین سمجھ گئے۔ بہرام بھی سمجھ گیا۔

اور آئرین۔۔۔وہ خاموشی سے سب کے چہرے دیکھتی رہی۔اسے کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔

شہزادی ملکہ آئرین کو باغ کے مختلف حصے دکھا رہی تھی۔

کبھی کسی قدیم درخت کی طرف اشارہ کرتی۔۔۔ کبھی فوارے کے پاس رک کر اسے کچھ سمجھانے کی کوشش کرتی۔

آئرین کو اس کی آدھی بات بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی، مگر باغ کی خوبصورتی نے اس کی توجہ ضرور باندھ لی تھی۔کچھ فاصلے پر سلطان وزیر بدرالدین اور بہرام کے ساتھ کھڑے تھے۔بہرام نے ایک نظر آئرین کی طرف دیکھا، پھر شرارت سے بدرالدین کے قریب ہو کر بولا،

"لگتا ہے سلطان کو ڈر ہے کہ کہیں اس پری کے سحر میں نہ آ جائیں۔"

بدرالدین نے اسے گھورا۔

"سلطان کو کسی کے حسن سے کوئی غرض نہیں۔"

پھر نہ جانے کیوں ایک ٹھنڈی آہ بھر کر بولے،

"اگر سچ کہوں۔۔تو میں چاہتا ہوں کہ وہ واقعی اس کے سحر میں آ جائیں۔"

بہرام نے فوراً حیرت سے انہیں دیکھا۔

"ارے وزیر صاحب۔۔۔آپ بھی؟"

"کہیں یہ آپ کی جاسوس تو نہیں؟" پھر شرارت سے آنکھیں سکیڑ کر بولا،

"میں نے سنا ہے آپ اس کی بہت حمایت کرتے ہیں۔۔مجھ سے بھی زیادہ۔"

"ہاں۔۔اللہ کرے وہ میری ہی جاسوس ہو" بدرالدین کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

"اچھاااا۔۔۔" بہرام کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

"تو پھر میں ابھی سلطان کو خبر کرتا ہوں کہ ان کا وزیر غدار ہو چکا ہے۔"

"ہاں، بالکل۔" بدرالدین نے بالکل سنجیدگی سے کہا،

"اور اگر سلطان نے تمہاری یہ بات مان لی۔۔ تو میں سو کوڑے کھانے کو تیار ہوں"

بہرام بے اختیار ہنس پڑا۔

"آپ بھی جانتے ہیں، سلطان آپ کے خلاف کوئی بات سننے سے پہلے مجھے ہی الٹا لٹکوا دیں گے۔"

"نہیں۔۔ تم کوشش کر کے دیکھ لو۔" بدرالدین نے بھنویں اٹھائیں۔

بہرام پھر ہنس پڑا۔ دونوں کی نظریں ایک لمحے کو دور کھڑی آئرین پر جا ٹھہریں۔

شہزادی ملکہ آج نہ جانے کیوں آئرین کو محل کے باغ کی ہر چیز سے روشناس کرانے پر تُلی ہوئی تھیں۔

کبھی کسی پھول کے پاس رک جاتیں، کبھی کسی چشمے کی طرف اشارہ کرتیں، اور کبھی کسی درخت کے نیچے کھڑے ہو کر اسے اوپر سے نیچے تک دکھاتیں۔ ایک جگہ پہنچ کر ملکہ نے اپنا ہاتھ سر سے بھی اوپر اٹھایا اور سامنے کھڑے بلند و بالا درخت کی طرف اشارہ کیا، جیسے بتا رہی ہوں کہ دیکھو، یہ کتنا بڑا ہے۔ آئرین نے درخت کو دیکھا پھر شہزادی کو۔۔

اچانک اسے خیال آیا کہ شاید آج ایک نیا لفظ سیکھنے کا موقع ہے۔ اس نے درخت کی طرف اشارہ کیا اور پوچھا،

"Tree?"

"کیا؟" شہزادی نے حیرت سے اسے دیکھا۔

آئرین نے دوبارہ کہا،

"What's this called?"

شہزادی کے چہرے پر وہی بے سمجھی تھی۔

آئرین نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کیں، جیسے خود کو یاد دلایا ہو کہ سامنے والی کو اس کی ایک بات بھی سمجھ نہیں آ رہی۔

پھر اس نے ہاتھ آگے بڑھایا اور درخت کی طرف اشارہ کیا۔ شہزادی نے درخت کو دیکھا۔ پھر آئرین کو۔

شہزادی کچھ کہنے ہی والی تھیں کہ پاس کھڑے بہرام کی نظر ان دونوں پر پڑی۔ وہ قریب آیا۔

"کیا پوچھ رہی ہو؟"

آئرین نے پہلے سلطان کی طرف اشارہ کیا۔ "سلطان"

پھر شہزادی ملکہ کی طرف۔ "شہزادی"

پھر درخت کی طرف انگلی اٹھادی۔ اور سوالیہ نظروں سے بہرام کو دیکھنے لگی۔ بہرام ایک لمحے کو اسے دیکھتا رہا، پھر سیدھا بولا،

"درخت۔" بہرام نے قدرے بھاری اور سپاہیانہ انداز میں دوبارہ کہا،

"درخت۔"

آئرین نے غور سے اس کے ہونٹوں کو دیکھا۔ پھر شاید اسے لگا کہ یہی اس لفظ کا صحیح طریقہ ہے۔

اس نے بھی ذرا سنجیدہ چہرہ بنایا، ٹھوڑی آگے کی اور پوری مردانہ شان سے بولی،

"درخت"

شہزادی ملکہ ہنس پڑیں۔ ساتھ کھڑے خادم اور سپاہی بھی اپنی ہنسی نہ روک سکے۔ بہرام نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"ارے۔۔۔ایسے نہیں!"

آئرین نے معصومیت سے اسے دیکھا۔

"درخت؟"

اس بار وہ پہلے سے بھی زیادہ بھاری آواز میں بولی۔ قہقہہ دوبارہ بلند ہوا۔

شہزادی ملکہ نے ہنستے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے اسے سمجھایا،

"نہیں، نہیں۔۔۔بس آرام سے۔"

پھر آہستہ سے لفظ دہرایا،

"درخت۔"آئرین نے اس بار غور سے سنا۔

پھر بالکل سادہ انداز میں بولی،

"درخت۔"

"ہاں!اب ٹھیک ہے۔"شہزادی نے فوراً خوش ہو کر سر ہلا دیا۔

اور جیسے ہی اس نے لفظ یاد کیا،اس کے چہرے پر ایسی خوشی آئی جیسے اس نے پوری دنیا کی کوئی مشکل زبان فتح کر لی ہو۔

محل کے پر سکون حصے میں آئرین اب پہلے جیسی خاموش نہیں بیٹھی تھی۔چند دنوں میں وہ اردو کے کچھ لفظ سیکھ چکی تھی۔اگرچہ ابھی جملہ بنانا اس کے لیے مشکل تھا،مگر جب بھی اسے کوئی لفظ بولنا ہوتا،وہ فوراً اپنی دھاگے سے بندھی چھوٹی سی نوٹ بک کھولتی،اس میں لکھے الفاظ پر نظر دوڑاتی اور پھر بڑی احتیاط سے وہ لفظ بولنے کی کوشش کرتی۔

کبھی لفظ درست نکل آتا۔۔اور کبھی اس کا تلفظ اتنا بگڑتا کہ سامنے والا مسکرائے بغیر نہ رہ پاتا۔

اسی دوران دروازہ کھلا اور شہزادی ماہ جبین اندر داخل ہوئی۔اس کے ہاتھوں میں کپڑوں کا ایک نفیس سا صندوق تھا۔

ماہ جبین نے صندوق کھولا۔اندر آسمانی نیلے رنگ کا ایک نہایت نفیس لباس رکھا تھا۔

وہ بالکل ویسا ہی تھا جیسے کسی پریوں کی کہانی کی شہزادی کا لباس ہو۔

نرم مصری ململ کا لمبا،ہلکا پھلکا گھیر دار دامن۔۔باریک تہوں میں گرتی ہوئی ململ۔۔کمر پر نفاست سے سمیٹا ہوا لباس۔۔اوپر بدن سے متصل نرم سا حصہ،جس پر ململ کی ہلکی سی تہہ چڑھی ہوئی تھی۔

آستینیں لمبی اور بے حد ہلکی تھیں،جن کی ململ کلائیوں کے قریب آ کر ذرا سی جمع ہوتی تھی اور پھر نرم پھول کی طرح کھل جاتی تھی۔

پورا لباس اتنا ہلکا تھا کہ آئرین کے چلنے پر اس کا دامن ہوا کے ساتھ آہستہ آہستہ لہراتا۔ماہ جبین نے مسکرا کر کہا،

"یہ تمہارے لیے ہے۔"

آئرین نے فوراً اپنی نوٹ بک کھولی۔ کچھ دیر صفحات دیکھتی رہی۔ پھر بڑی کوشش سے بولی،

"می۔۔رے؟"

"ہاں، تمہارے لیے۔" ماہ جبین کے چہرے پر خوشی پھیل گئی۔

آئرین نے لباس اپنے ہاتھوں میں لیا۔ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی، پھر اندر جا کر لباس پہن آئی۔

جب وہ واپس نکلی تو ماہ جبین اور گلنار دونوں چند لمحوں کے لیے خاموش رہ گئیں۔

مصری ململ کا آسمانی لباس اس پر اس طرح ٹھہرا تھا جیسے وہ لباس اس کے لیے ہی بنایا گیا ہو۔

آئرین آہستہ آہستہ آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ اس نے اپنے بالوں پر رکھا ہوا ہلکا سا اسکارف اٹھایا اور اسے بالوں کے اوپر اس طرح پھیلا لیا جیسے کہانی کی شہزادی سنڈریلا نے اپنے بالوں پر باریک پردہ رکھا ہو۔

پھر وہ آئینے میں خود کو دیکھنے لگی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

ادھر۔۔۔

وزیر بدرالدین اپنے حجرے میں کچھ کاغذات دیکھ رہے تھے کہ ایک سپاہی خاموشی سے اندر داخل ہوا۔

اس نے دروازے کے قریب رک کر اِدھر اُدھر دیکھا، پھر آگے بڑھ کر ایک چھوٹی سی چیز وزیر کے ہاتھ میں رکھ دی۔

وزیر نے غور سے دیکھا۔ وہ بالوں میں لگانے والی ایک نفیس سی پن تھی، جس کے اوپر ایک ننھا سا پتھر جڑا ہوا تھا۔

سپاہی نے آہستہ آواز میں کہا،

"وزیر صاحب۔۔ یہ باغ میں ایک پتھر کے قریب پڑی ملی تھی لگتا ہے کسی لڑکی کی ہے۔"

وزیر نے پن کو چند لمحے غور سے دیکھا۔ پھر سپاہی کو چند اشرفیاں دیتے ہوئے بولے،

"یہ بات کسی اور تک نہ پہنچے۔"

"جی، وزیر صاحب۔" سپاہی چلا گیا۔

بدرالدین نے ایک بار پھر اس پن کو دیکھا۔ان کے ذہن میں فوراً ایک ہی چہرہ آیا۔آئرین۔

وہ پن ہاتھ میں لیے سلطان کے پاس پہنچے۔سلطان اس وقت خاموش بیٹھے تھے۔

"میرے سلطان۔۔۔"

سلطان نے نگاہ اٹھائی۔وزیر نے پن آگے کر دی۔

"یہ باغ میں ملی ہے۔"

"ممکن ہے جب آئرین باغ میں آئی ہو تو اس کے بالوں سے گر گئی ہو۔"

سلطان نے پن پر ایک نظر ڈالی، پھر خاموشی سے وزیر کی طرف دیکھا۔بدرالدین نے بات جاری رکھی۔

"میرے سلطان۔۔میں پھر ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

سلطان کی نگاہ میں ہلکی سی ناگواری ابھر آئی۔مگر وزیر رکے نہیں۔

"سلطانہ عائشہ خاتون کے خط کی تحریر میں جس لڑکی کی طرف اشارہ کیا تھا۔۔۔"

"میرا دل بار بار یہی کہتا ہے کہ وہ لڑکی۔۔۔آئرین ہی ہے۔"انہوں نے آہستہ سے کہا،

سلطان خاموش رہے۔بدرالدین نے مزید کہا،

"میرے کہنے پر ایک بار اسے اپنے سامنے رکھ کر دیکھیے۔"

"شاید کچھ ایسی بات سامنے آئے جسے ہم ابھی سمجھ نہیں پا رہے۔"

سلطان نے گہری سانس لی۔ایسا محسوس ہوا جیسے وہ یہ بات بار بار سن کر تھک چکے ہوں۔

بدرالدین نے فوراً بات بدلتے ہوئے کہا،

"اور میرے سلطان۔۔سپاہیوں کی بیماری کا سبب بھی اب سامنے آ چکا ہے۔۔"

"شاہی کتب خانے کی چوری کا بھی اس لڑکی سے کوئی تعلق ثابت نہیں ہوا۔"

"ہر معاملے میں ہم نے اسے شک سے الگ پایا ہے۔"

سلطان کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر نہایت سادہ مگر قطعی لہجے میں بولے،

"تو پھر۔۔وہ کب تک محل میں مہمان بن کر رہے گی؟"

بدرالدین خاموش ہو گئے۔ سلطان نے پن کی طرف دیکھا۔

"یہ محل ہے، بدرالدین۔۔۔ مسافروں کے قیام کی جگہ نہیں"

وزیر نے آہستہ سے سر جھکا دیا۔

مگر ان کے دل میں ایک بات اب بھی پوری قوت سے موجود تھی۔۔۔ آئرین کو ابھی جانا نہیں چاہیے تھا۔

جب وزیر بدرالدین اپنے گھر واپس پہنچے۔ اندر داخل ہوتے ہی ان کی نظر دستر خوان پر بیٹھے اپنے بیٹے سکندر پر پڑی۔

سکندر اپنی والدہ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ مگر بیٹے کو دیکھ کر بدرالدین کے چہرے پر خوشی نہیں آئی۔۔۔

بلکہ وہ ایک لمحے کے لیے وہیں رک گئے۔ ان کی نگاہیں سکندر کے چہرے پر جم گئیں۔

"تم۔۔۔"

"ابّا؟" سکندر نے چونک کر سر اٹھایا۔

"تم کب آئے؟" بدرالدین چند قدم آگے بڑھے۔

"آج ہی آیا ہوں۔" سکندر نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"والدہ سے ملنے آیا تھا، سوچا کھانا کھا لوں۔۔۔ پھر واپس چلا جاؤں گا۔"

بدرالدین خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔ پھر اچانک ان کے ذہن میں تین دن پہلے کا منظر بجلی کی طرح چمکا۔۔۔

سلطان پر آنے والا تیر۔۔اور وہ دوسرا تیر۔۔جو ہوا کو چیرتا ہوا آیا تھا اور دشمن کے تیر کو راستے ہی میں دو ٹکڑے کر گیا تھا۔

وہ تیر کسی معمولی ہاتھ کا نہیں تھا۔وہ کسی ماہر تیر انداز کا نشانہ تھا۔بدرالدین کی نگاہ ایک بار پھر سکندر پر گئی۔

وہ اپنے دل کو سمجھانے لگے، نہیں۔۔یہ سکندر نہیں ہو سکتا۔پھر بھی دل میں اٹھنے والے شک کو دبا نہ سکے۔

"سچ بتاؤ۔۔"انہوں نے سکندر کا بازو پکڑ لیا۔

"کیا؟"سکندر نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"کیا تمہیں تیر چلانا آتا ہے؟"بدرالدین کی آواز قدرے دھیمی ہو گئی۔

"اتنا تو سیکھنا ہی پڑتا ہے۔"سکندر کے چہرے پر معمولی سی مسکراہٹ آئی۔

"پڑھائی کے ساتھ ساتھ تیر اندازی اور تلوار بازی بھی سکھائی جاتی ہے۔"

بدرالدین کی گرفت آہستہ آہستہ ڈھیلی پڑ گئی۔وہ چند لمحے اسے دیکھتے رہے۔

پھر دل ہی دل میں سوچا۔۔وہ تیر کسی ماہر تیر انداز کا تھا۔۔مگر اس کا تیر انداز سکندر نہیں ہو سکتا۔

سلطان پر حملہ کرنے والا۔۔ان کا اپنا بیٹا کیسے ہو سکتا تھا؟انہوں نے سکندر کا بازو چھوڑ دیا۔

سکندر نے انہیں دیکھا، پھر خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اور بدرالدین۔۔اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔

مگر ان کے دل میں اٹھنے والا سوال۔۔ابھی مرا نہیں تھا۔

رات گہری ہو چکی تھی۔آئرین اپنے حجرے کی کھڑکی کے قریب خاموش بیٹھی تھی۔باہر محل کی بلند فصیلوں پر رات کا سکوت اتر چکا تھا، جبکہ دور کہیں پہرے داروں کے قدموں کی مدھم چاپ اس خاموشی کو کبھی کبھار توڑ دیتی۔

اس کی انگلیوں میں ریشم کا ایک نہایت نفیس دستی پنکھا تھا، جو چند روز قبل شہزادی ملکہ نے اسے دیا تھا۔ باریک ریشم پر بنے نازک نقش و نگار اور کناروں سے جھولتی ہلکی سی جھالر چراغ کی مدھم روشنی میں اور بھی خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔

آئرین دیر تک اسے دیکھتی رہی۔ پھر اس کی نگاہ آہستہ آہستہ کمرے میں بکھری دوسری چیزوں پر جا ٹھہری۔

لباس، چوڑیاں۔۔ کنگھی۔۔ وہ سب چیزیں جو اسے یہاں کسی نہ کسی نے محبت سے دی تھیں۔

وہ چند لمحے انہیں دیکھتی رہی۔ پھر اس کے دل میں ایک خیال نے جنم لیا۔ آخر وہ کب تک یوں ہی دوسروں سے لیتی رہے گی؟

یہ لوگ اسے ہر روز کسی نہ کسی محبت کے ساتھ کچھ نہ کچھ دے رہے تھے، اور وہ۔۔۔ بدلے میں انہیں کچھ بھی نہیں دے پا رہی تھی۔

وہ آہستہ سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

وہ آہستہ سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ جب تک وہ اس اجنبی جگہ میں پھنسی ہوئی تھی، اسے خود کو صرف ایک بے بس مہمان سمجھ کر نہیں رہنا تھا۔

وہ ان لوگوں پر بوجھ نہیں بننا چاہتی تھی۔ اس نے پنکھے کو دوبارہ دیکھا۔ پھر ماہ جبین کا خیال آیا۔۔۔ اور شہزادی ملکہ کا بھی۔

دونوں نے اسے کتنی محبت سے چیزیں دی تھیں اس کے دل میں ایک عجیب سی خواہش جاگی۔ وہ بھی انہیں کچھ دینا چاہتی تھی۔

صرف شکریے کے طور پر نہیں۔۔ بلکہ اس لیے کہ اسے اپنے وجود کا احساس باقی رہے۔ وہ صرف کسی کے رحم پر ٹھہری ہوئی اجنبی نہ ہو۔

وہ کسی پر بوجھ نہ ہو۔ وہ اپنے ہاتھوں سے کچھ حاصل کر سکے۔۔ کچھ سیکھ سکے۔۔ اور اپنے لیے کوئی جگہ بنا سکے۔

اسی خیال کے ساتھ اس نے اپنی نوٹ بک اٹھائی۔ چند صفحات پلٹے۔ کئی جگہیں دیکھنے کے بعد اس کی انگلی ایک لفظ پر رک گئی۔

کام۔ اس نے اس لفظ کو چند لمحے غور سے دیکھا۔ پھر جیسے دل ہی دل میں اس کا مفہوم دہراتے ہوئے ہلکا سا مسکرائی۔

اس نے نوٹ بک ایک طرف رکھی اور اپنے آپ سے عہد کیا کہ کل سے وہ کچھ نہ کچھ ضرور کرے گی۔

جو کام اسے آتا ہے، وہ کرے گی۔ اور جو نہیں آتا۔۔ اسے سیکھنے کی کوشش کرے گی۔

اس کی نگاہ دوبارہ اپنے گلے میں پڑے لاکٹ پر جا ٹھہری۔

چاندی کی باریک زنجیر کے درمیان جڑا فیروزی نگینہ چراغ کی روشنی میں مدھم سا چمک رہا تھا۔

اسے دیکھتے ہی اس کے ذہن میں اچانک چند روز پہلے کا وہ منظر لوٹ آیا۔

وہ بوڑھا آدمی۔۔ اس کی عجیب سی نگاہ۔۔ اور پھر اس کا وہ سوال کہ کیا یہ تمہارا ہے؟

تب آئرین نے بے اختیار انکار کر دیا تھا۔ اس وقت تو وہ یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ چند ہی دن بعد یہی لاکٹ اس کے گلے میں ہو گا۔

لیکن اب۔۔ یہ خیال اسے بے چین کرنے لگا تھا۔ اس بوڑھے آدمی نے آخر یہ سوال کیا ہی کیوں تھا؟

وہ کیسے جانتا تھا کہ یہ لاکٹ کبھی اس کا ہو سکتا ہے؟

یا پھر۔۔۔ کیا وہ اس کے بارے میں اس سے کہیں زیادہ جانتا تھا جتنا آئرین خود جانتی تھی؟

آئرین نے لاکٹ کو اپنی انگلیوں میں تھام لیا۔ اس کی پیشانی پر ہلکی سی شکن ابھر آئی۔ جتنا وہ اس بارے میں سوچتی، اتنا ہی معاملہ الجھتا جاتا۔

کچھ دن پہلے ایک اجنبی بوڑھے نے اس سے اس لاکٹ کے بارے میں پوچھا تھا۔۔ اور آج وہی لاکٹ اس کے گلے میں تھا۔

یہ محض اتفاق نہیں لگ رہا تھا۔ مگر اس سے بھی بڑا سوال یہ تھا کہ اگر یہ اتفاق نہیں تھا۔۔۔

تو پھر وہ بوڑھا آدمی آخر کون تھا؟ آئرین نے آہستہ سے لاکٹ چھوڑ دیا۔

مگر لاکٹ سے جڑا وہ سوال۔۔ اب اس کے دل میں ایک نئے راز کی طرح جاگ چکا تھا۔

رات کے پُر سکون حصے میں ماہ جبین نے گلنار کو اپنے پاس بلایا۔ کمرے میں صرف دونوں تھیں۔

ماہ جبین کچھ دیر خاموش رہی، پھر آہستہ سے بولی،

"گلنار۔۔۔ تم نے غور کیا ہے؟"

"کس بات پر، شہزادی؟" گلنار نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"اس لڑکی کو محل میں آئے کتنے دن ہو گئے ہیں؟"

"مگر اب تک کسی نے یہ سوچنے کی زحمت نہیں کی کہ آخر وہ کرتی کیا ہے؟"

ماہ جبین کے لہجے میں ہلکی سی تلخی اتر آئی۔

"دن بھر محل میں گھومتی ہے۔۔۔ کبھی ملکہ کے ساتھ، کبھی میرے ساتھ۔۔۔"

"اور سب اس کے حسن کو دیکھ کر ایسے بھولے پھرتے ہیں جیسے محل میں اس سے پہلے کبھی کسی عورت کو دیکھا ہی نہ ہو۔"

"آپ نے سچ کہا، شہزادی۔" گلنار کے چہرے پر بھی ناگواری آ گئی۔

"آپ نے تو مجھے ہی اس کی خادمہ بنا دیا۔" پھر اس نے جیسے دل کی بھڑاس نکالی۔

"جب وہ میرے سامنے ہوتی ہے تو۔۔۔" وہ ایک لمحے کو رکی۔

"مجھے نہ جانے کیوں اپنے آپ سے بھی چھوٹا محسوس ہونے لگتا ہے۔"

ماہ جبین نے فوراً اس کی طرف دیکھا۔ پھر دھیرے سے بولی،

"کبھی دل نہیں کرتا۔۔کہ اسے اس محل سے ہی ختم کر دو؟"

"شہزادی!"گلنار کے چہرے پر گھبراہٹ آ گئی۔

"میں تو ایک خادمہ ہوں۔"

"میں بھلا آپ کے حکم کے بغیر ایسا خیال بھی اپنے ذہن میں کیسے لا سکتی ہوں؟"

ماہ جبین کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک آئی۔وہ گلنار کے قریب ہوئی۔

"تو پھر۔۔۔"اس نے بہت دھیمی آواز میں کہا،

"اسے میرا حکم سمجھو۔"

گلنار ساکت رہ گئی۔ماہ جبین نے ایک ایک لفظ واضح کر کے کہا،

"کل جب دربار لگے گا۔۔۔ محل کے بڑے سب وہیں ہوں گے۔"

"اور آئرین یہاں اکیلی رہ جائے گی۔"

گلنار کی سانس جیسے ایک لمحے کو رک گئی۔

ماہ جبین نے اپنی آستین سے ایک چھوٹا سا خنجر نکالا اور اسے گلنار کی طرف بڑھا دیا۔

"تم اسے کسی بہانے سے اپنے ساتھ شہر سے باہر لے جاؤ گی۔"

"وہ تم پر بھروسا کرتی ہے۔۔اسے یقین دلانا کہ تم اسے کوئی جگہ دکھانے لے جا رہی ہو، یا اس کے لیے کچھ لینے"

گلنار نے کانپتے ہاتھوں سے خنجر لے لیا۔ماہ جبین نے آخری بات کہی،

"اور فکر نہ کرو۔۔۔اس بات کی پوری ذمہ داری میں لیتی ہوں۔"

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔گلنار نے مٹھی میں بند خنجر کو دیکھا۔

اور پہلی بار اسے محسوس ہوا۔۔کہ وہ جس حسد کو صرف لفظ سمجھ رہی تھی۔۔وہ آج ایک حکم بن چکا تھا۔

گلنار اپنے حجرے میں واپس آچکی تھی۔رات گہری ہو چکی تھی، مگر اس کی آنکھوں میں نیند کا نام تک نہیں تھا۔

وہ بستر کے کنارے خاموش بیٹھی رہی۔ پھر آہستہ سے اس نے وہ چھری نکالی جو ماہ جبین اسے دے گئی تھی۔

چاندنی کی ہلکی سی روشنی میں اس کی دھار چمکی۔ گلنار کی انگلیاں بے اختیار کانپنے لگیں۔

اس نے فوراً چھری سے نگاہ ہٹالی۔ مگر اگلے ہی لمحے ماہ جبین کے الفاظ پھر اس کے کانوں میں گونجنے لگے۔

"اسے میرا حکم سمجھو۔۔۔"

گلنار نے آنکھیں بند کر لیں۔اس کے ذہن میں ایک کے بعد ایک پرانے منظر ابھرنے لگے۔

وہ دن۔۔جب اس کے پاس پہننے کو اچھا لباس نہیں تھا۔

وہ لمحے۔۔جب اسے صرف اس لیے کمتر سمجھا گیا کہ وہ ایک خادمہ تھی۔

اور پھر۔۔آئرین۔

محل میں آنے کے چند ہی دنوں میں اسے وہ سب کچھ مل گیا تھا جس کے لیے گلنار نے اپنی پوری زندگی ترس کر گزاری تھی۔

محبت۔۔توجہ۔۔خوبصورت لباس۔۔قیمتی تحفے۔۔

اور سب سے بڑھ کر۔۔لوگوں کی نگاہوں میں وہ مقام جس کا گلنار نے کبھی خواب بھی نہیں دیکھا تھا۔

اس کی آنکھوں میں نمی آگئی۔اس نے دھیمی آواز میں خود سے کہا،

"میں نے کیا نہیں سہا۔۔پھر بھی۔۔"

وہ رک گئی۔ چھری پر اس کی گرفت مزید سخت ہو گئی۔کچھ دیر بعد اس نے اسے اپنے پاس رکھ دیا اور لیٹ گئی۔

مگر نیند پھر بھی نہ آئی۔وہ چھت کو دیکھتی رہی۔رات گزرتی رہی۔۔

اور گلنار صرف ایک چیز کا انتظار کرتی رہی۔ صبح ہونے کا۔

سلطان اپنے حجرے میں تنہا بیٹھے تھے۔۔ان کے سامنے میز پر وہی چھوٹی سی بالوں کی پن رکھی تھی، جو باغ سے ملی تھی۔

سلطان نے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھایا اور چند لمحوں تک خاموشی سے دیکھتے رہے۔

بظاہر یہ ایک معمولی سی چیز تھی۔۔مگر نہ جانے کیوں، اسے دیکھتے ہی ان کے ذہن میں آئرین کا چہرہ ابھر آیا۔

وہ لڑکی۔۔جس کے بارے میں وہ اب تک کچھ نہیں جان سکے تھے۔

نہ وہ کہاں سے آئی تھی۔۔نہ یہاں کیسے پہنچی تھی۔۔اور نہ ہی اس کے پاس موجود وہ عجیب و غریب چیزیں کہاں سے آئی تھیں۔

مگر ایک بات اب سلطان کے لیے تقریباً واضح ہو چکی تھی، آئرین معصوم تھی۔

محل میں جو کچھ ہو رہا تھا، اس میں اس کا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔یہ بات سلطان اپنے دل میں تسلیم کر چکے تھے۔

مگر پھر بھی ایک سوال تھا جو بار بار ان کے ذہن میں لوٹ آتا تھا۔

وہ باغ میں پہنچی کیسے ؟

سلطان کی انگلیاں پن کے گرد ذرا سی سخت ہوئیں۔وہ خاموشی سے سوچتے رہے۔

وہ کہاں سے آئی تھی ؟اس کے ہاتھ میں کیا تھا؟اور وہ اس محل تک پہنچی کیسے ؟

حجاز سے آنے والے قافلوں سے بھی دریافت کیا جا چکا تھا، مگر کوئی اسے نہیں جانتا تھا۔

پھر وہ خود کو حجاز سے تعلق رکھنے والی کیوں بتاتی تھی؟

یا شاید۔۔۔وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ یہاں کیسے پہنچی۔سلطان نے آہستہ سے سانس لی۔۔

اب اسے واپس بھیج دینا آسان راستہ تھا مگر اس بار سلطان نے اس آسان راستے کو اختیار نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

آئرین کو واپس نہیں بھیجا جائے گا۔کم از کم ابھی نہیں۔اس پر نظر رکھی جائے گی۔

وہ کہاں جاتی ہے؟ کس سے ملتی ہے؟ کیا کرتی ہے؟

اور شاید۔۔اسی دوران اس راز کا کوئی سرا ہاتھ آجائے۔

سلطان نے پن دوبارہ میز پر رکھ دی۔ مگر اب ان کا ذہن ایک اور واقعے میں الجھ چکا تھا۔

وہ دو تیر۔۔ایک۔۔جو سلطان کی جان لینے آیا تھا۔

اور دوسرا۔۔جس نے پہلے تیر کو راستے ہی میں چیر ڈالا تھا۔

سلطان کی نگاہیں چند لمحوں کے لیے خلا میں ٹھہر گئیں۔

وہ دوسرا تیر کسی عام تیر انداز کا نہیں تھا۔اس ہاتھ میں غیر معمولی مہارت تھی۔

مگر سوال یہ تھا۔۔اس نے سلطان کی جان بچائی کیوں؟ کیا وہ واقعی محافظ تھا؟

یا پھر کوئی ایسا شخص، جو پہلے سلطان کا اعتماد حاصل کرنا چاہتا تھا؟

اور پھر اچانک سلطان کے ذہن میں ایک اور خیال ابھرا۔

اس نقاب پوش کی آنکھیں۔۔انہوں نے اسے صرف ایک لمحے کے لیے دیکھا تھا۔

مگر وہ آنکھیں۔۔وزیر بدرالدین کے بیٹے سکندر جیسی کیوں تھیں؟

سلطان کی پیشانی پر ہلکی سی شکن نمودار ہوئی۔انہوں نے خود ہی اس خیال کو رد کرنا چاہا۔

مگر شک ایک بار ذہن میں جگہ بنالے تو آسانی سے نہیں جاتا۔

سلطان نے دوبارہ میز پر رکھی پن کی طرف دیکھا۔ پھر اسے وہیں چھوڑ دیا۔ابھی بہت سے سوال باقی تھے۔

اور شاید۔۔ان سب کے جواب ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔

سلطان اٹھے اور خاموشی سے سونے کے لیے چلے گئے۔

اسی رات۔۔ماہ جبین نے ایک خط لکھا۔

صرف چند سطریں۔ مگر ہر لفظ میں ایک فیصلہ چھپا تھا۔

"کل وہ لڑکی شہر سے باہر آئے گی، اگر میری خادمہ اپنا کام مکمل نہ کر سکے۔۔ تو پھر تم جانتے ہو تمہیں کیا کرنا ہے۔"

ماہ جبین نے خط تہہ کیا۔

موم پگھلائی۔۔اور اس پر اپنی مہر ثبت کر دی۔

پھر وہ خط ایک ایسے شخص کے حوالے کر دیا۔۔ جس کا چہرہ اندھیرے میں نظر نہیں آ رہا تھا۔

مگر اب آئرین کے خلاف منصوبہ صرف ایک خیال نہیں رہا تھا۔

وہ فیصلہ بن چکا تھا۔

صبح ہو چکی تھی۔۔

آئرین نے وہی آسمانی نیلے رنگ کا نفیس لباس پہنا جو شہزادی ماہ جبین نے اس کے لیے بنوایا تھا۔ سر پر اسی رنگ کا باریک، بندانا انداز کا حجاب تھا۔ آگے سے چند لٹیں جان بوجھ کر باہر رہ گئی تھیں، جو اس کے چہرے کے دونوں جانب ہلکے ہلکے جھول رہی تھیں۔

آج وہ واقعی کسی اجنبی سلطنت کی شہزادی لگ رہی تھی۔

مگر آج اس کے ذہن میں لباس یا آئینے کی کوئی بات نہیں تھی۔

اسے شہزادی ملکہ سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔ اسے کوئی کام چاہیے تھا۔

آئرین تیزی سے شہزادی ملکہ کے حجرے کی طرف گئی۔

دروازہ کھلا تھا۔ وہ اندر داخل ہوئی۔۔اور اگلے ہی لمحے اس کے قدم رک گئے۔

سامنے ایک میز پر ایک خط پڑا تھا۔ اس پر صرف ایک عدد لکھا تھا۔

1626

آئرین کی سانس جیسے وہیں رک گئی۔اس کی آنکھیں اس عدد پر جم گئیں۔

اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔نہیں۔۔۔۔یہ محض اتفاق ہو گا۔ضرور کوئی اور مطلب ہو گا۔

وہ ابھی اسی کشمکش میں تھی کہ غسل خانے کا دروازہ کھلا۔

شہزادی ملکہ باہر آئیں۔آئرین کو یوں ساکت اور پریشان دیکھ کر فوراً رک گئیں۔

"آئرین؟ کیا ہوا؟"

آئرین نے جواب نہیں دیا۔بس کانپتے ہاتھ سے خط پر لکھے ہوئے عدد کی طرف اشارہ کیا۔

شہزادی ملکہ نے خط دیکھا۔

"یہ؟ یہ خط تو میری اماں نے لکھا تھا۔"

آئرین نے فوراً قریب پڑا قلم اٹھایا۔کانپتے ہاتھوں سے اس نے لکھا،

2026؟

شہزادی ملکہ چند لمحے اسے دیکھتی رہیں۔آئرین نے ٹوٹی پھوٹی اردو میں پوچھنے کی کوشش کی۔

"تم۔۔۔"

وہ رکی، صحیح لفظ تلاش کیا۔

"تم۔۔۔1626 ہوتا ہے؟"

"ہاں۔۔۔"شہزادی ملکہ نے الجھ کر جواب دیا

"ہم 1626 میں رہتے ہیں۔"

آئرین نے جیسے اپنی سانس روک لی۔پھر اس نے لرزتی انگلی سے۔۔

"میں۔۔"

"میں2026۔۔۔۔ہے۔"

شہزادی ملکہ کے چہرے سے رنگ اتر گیا۔وہ ایک لمحے آئرین کو دیکھتی رہیں۔

"آئرین۔۔۔"ان کی آواز میں خوف اتر آیا۔

"تم۔۔۔"شہزادی ملکہ کی آنکھوں میں اچانک خوف پھیل گیا۔

"لیکن۔۔۔بیسویں صدی میں تو قیامت آجائے گی!"

"پھر سب ختم ہو جائے گا۔۔۔"شہزادی ملکہ بے یقینی سے بولتی چلی گئیں،

"کوئی2026تک زندہ نہیں رہے گا۔"

"بلکہ۔۔۔"ان کی آواز کانپ گئی۔

"دوہزار بھی نہیں آئے گا۔"

آئرین کچھ سمجھ رہی تھی۔۔اور کچھ نہیں۔

مگر ایک بات۔۔ایک خوفناک بات۔۔اس کے اندر کہیں گہرائی میں جا کر بیٹھ چکی تھی۔

اس کی نظریں آہستہ آہستہ کمرے کے گرد گھومیں۔

یہ محل۔۔یہ لباس۔۔یہ لوگ۔۔یہ زمانہ۔۔1626۔۔اس کی سانس تیز ہو گئی۔

"لا۔۔۔"وہ پیچھے ہٹی۔

"لا۔۔۔لا۔۔۔"

پھر اچانک اس نے دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیے۔اس کی آواز اس کے قابو سے باہر ہو گئی۔وہ چیخنے لگی۔

"لا! لا! لا یمکن! هذا مستحیل!"

"نہیں! نہیں! نہیں ہو سکتا! یہ ناممکن ہے!"

"لاااااااا!"

"هذا ليس حقيقياً!"

"یہ سچ نہیں ہو سکتا!"

شہزادی ملکہ ساکت کھڑی اسے دیکھتی رہ گئی۔آئرین کی چیخیں پورے حجرے میں گونج رہی تھیں۔

وہ جیسے کسی ایسے خوف کے سامنے کھڑی تھی۔۔جس کا نام تک لینے سے انسان ٹوٹ جائے۔

وہ واقعی 1626 میں آگئی تھی۔آئرین نے اپنی پوری زندگی میں نہ جانے کتنے دکھ دیکھے تھے۔

کتنی باتیں تھیں جن پر وہ چیخ سکتی تھی۔۔کتنی راتیں تھیں جن میں وہ ٹوٹ کر رو سکتی تھی۔۔مگر اس نے ہمیشہ خاموشی اختیار کی تھی۔

ہر دکھ کو۔۔ہر محرومی کو۔۔ہر آنسو کو۔۔اس نے اپنے اندر دفن کر لیا تھا۔

مگر آج۔۔آج جیسے اس کی برسوں کی وہ ساری خاموشی ایک ہی لمحے میں ٹوٹ گئی تھی۔

وہ چیخ رہی تھی۔۔رو رہی تھی۔۔اور بار بار عربی میں کچھ کہہ رہی تھی۔

"لاااا! هذا مستحيل!"

"نہییی! یہ ناممکن ہے!"

"لا۔۔۔ لا يمكن!"

دربار لگنے والا تھا،اس لیے محل کی اکثر عورتیں اپنے اپنے کام چھوڑ کر ادھر جا چکی تھیں۔

شہزادی ملکہ آئرین کی حالت دیکھ کر بری طرح گھبرا گئی۔اس نے کبھی کسی کو اس طرح ٹوٹتے نہیں دیکھا تھا۔

وہ فوراً حجرے سے باہر نکلی اور تقریباً دوڑتی ہوئی سلطان کی طرف چلی گئی۔

"میرے سلطان۔۔۔"

"میرے سلطان!"

"وہ۔۔۔"اس کی آواز خوف سے کانپ رہی تھی۔

"وہ تو کوئی بھوت ہے!"

"وہ انسان نہیں۔۔۔"

"وہ۔۔۔وہ۔۔۔کہہ رہی ہے کہ وہ قیامت کے بعد آئی ہے!"

"کیا کہا اس نے؟" سلطان کی پیشانی پر ہلکی سی شکن ابھری۔

شہزادی ملکہ نے بے چینی سے جواب دیا،

"میرے سلطان۔۔۔اس نے ایک ورق پر۔۔2026۔۔لکھا۔۔۔"

"پھر مجھ سے پوچھنے لگی کہ۔۔۔کیا ہم واقعی 1626 میں رہتے ہیں؟"

"اور جب میں نے ہاں کہا۔۔۔"

"تو وہ کہنے لگی کہ وہ۔۔۔2026۔۔۔سے آئی ہے۔"

"میرے سلطان۔۔۔" شہزادی ملکہ کی آواز لرزنے لگی۔

"قیامت تو اس سے پہلے آجانی ہے نا؟"

"پھر۔۔2026 کیسے ہو سکتا ہے؟"

یہ سنتے ہی سلطان کے چہرے کا تاثر یکسر بدل گیا۔ان کی آنکھوں میں حقیقی حیرت ابھری۔

انہوں نے آہستہ سے دہرایا،

"2026؟"

چند لمحے وہ خاموش رہے، جیسے ذہن میں کسی ناممکن بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

"وہ ورق۔۔۔" پھر انہوں نے نظریں اٹھا کر پوچھا،

"جس پر اس نے یہ عدد لکھا۔۔۔کیا اسے کسی اور نے بھی دیکھا ہے؟"

"نہیں، میرے سلطان۔" شہزادی ملکہ نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"وہاں صرف میں تھی۔۔۔"

سلطان نے ایک گہرا سانس لیا۔ پھر نہایت سنجیدگی سے بولے،

"اس ورق کو فوراً جلا دیجیے۔"

"اور۔۔ دربار برخاست ہونے کے بعد۔۔ آئرین کو میرے پاس لے آیئے۔"

"جی، میرے سلطان۔" شہزادی ملکہ نے خاموشی سے سر جھکا دیا۔

سلطان کی نظریں چند لمحے خلا میں جمی رہیں۔

"2026۔۔۔"

یہ لفظ ابھی تک ان کے ذہن میں گونج رہا تھا۔

۔۔۔۔

ادھر۔۔۔

گلنار نے جب آئرین کی چیخیں سنیں تو وہ بھی گھبرا کر اس کے حجرے کی طرف بھاگی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ اندر کیا ہوا تھا۔ وہ بس اتنا جانتی تھی کہ آئرین رو رہی ہے۔

گلنار اندر پہنچی تو آئرین زمین پر بیٹھی کانپ رہی تھی۔ اس کے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔

گلنار فوراً اس کے پاس بیٹھ گئی۔ اس نے کوئی سوال نہیں کیا۔ بس نہایت محبت سے اس کے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کرنے لگی۔

اور نہ جانے کیوں۔۔ آئرین کو اس حال میں دیکھ کر گلنار کی اپنی آنکھیں بھی بھر آئیں۔

"مت رو۔۔۔"

مگر آئرین کی سسکیاں کم نہ ہوئیں۔ گلنار نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

"کیا تم یہاں سے جانا چاہتی ہو؟"

"چلو۔۔۔" گلنار کی آواز اور نرم ہو گئی۔

"میں تمہیں لے جاتی ہوں۔ آؤ میرے ساتھ۔۔"

گلنار نے آئرین کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما اور اسے اپنے ساتھ لے کر حجرے سے باہر نکلنے لگی۔

آئرین اب بھی سسک رہی تھی، آنکھوں سے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے، جبکہ گلنار اسے خاموش کرانے کی کوشش کر رہی تھی۔

دونوں کو ذرا بھی خبر نہ تھی کہ محل سے باہر۔۔۔

سو سے زیادہ تلواریں ان کی منتظر تھیں۔